بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

عباسِ علیؑ گوہرِ دریائے شرف ہے ۱ سو لعل نہ پہنچیں جسے وہ دُرِّ نجف ہے
غازی کی وفاداری کا غل چار طرف ہے کیوں شیر نہ ہو شیرِ الٰہی کا خلف ہے
حقا کہ زمانے میں بہادر نہیں ایسا
اِس نُہ صدفِ بُرج میں اک دُر نہیں ایسا

ہم طلعتِ یوسفؑ تھا وہ اولادِ علیؑ میں ۲ تھی قوّتِ خیبر شکنی شیرِ جری میں
ہمت، نہ یہ جرأت، نہ یہ شوکت تھی کسی میں تھا ایک جواں لشکرِ اللہ و نبیؐ میں
مشہور ہے اس صاحبِ شمشیر کی طاقت
آنکھ اس سے ملائے، یہ نہیں شیر کی طاقت

غازی کی زہے قدر، زہے دبدبہ و جاہ ۳ حمزہؑ کی جو شوکت تو شکوہِ اسدُ اللہ
زیبِ علمِ فوج، ہزبرِ صفِ جنگاہ اقلیمِ جواں مردی و ہمت کا شہنشاہ
بخشش سے کبھی ہاتھ کو خالی نہیں پایا
جعفرؑ نے بھی یہ رتبۂ عالی نہیں پایا

مشہور ہوئے وارثِ شمشیرِ یدُاللہ　۴　اللہ نے دی عزت و توقیرِ یدُاللہ
صورت کا یہ انداز کہ تصویرِ یدُاللہ　　ہر بات میں رنگینیٔ تقریرِ یدُاللہ
روشن ہو ادل، قدرتِ اللہ کو دیکھا
دیکھا شہِ مرداں کو، جو اس ماہ کو دیکھا

فرزندِ یدُاللہ تو شبیرؑ کا بازو　۵　لشکر شکن و صفدرو زور آور و خوش رُو
ساری وہی ہمت، وہی خصلت، وہی خُو بُو　　خُلقِ حسنؑ، غربتِ شاہنشہِ خوش خو
ایسا نہ ہوا کوئی، نہ ہووے گا جہاں میں
کیا کیا صفتیں جمع تھیں اُس ایک جواں میں

فرزندِ نبیؐ نے جسے آغوش میں پالا　۶　سروِ چمنِ مرتضوی تھا قدِ بالا
ہے نور کے سانچے میں خدا نے اسے ڈھالا　　عضوِ بدن ایسے کہ کہے دیکھنے والا
رُخ ایک طرف حُسن سے اعضا نہیں خالی
خوبی سے سراپا میں کوئی جا نہیں خالی

زور ایسا کہ قوت اسدُاللہ کی یاد آئے　۷　رعب ایسا کہ شیروں کا جگر خوف سے تھرّائے
حُسن ایسا کہ یوسفؑ بھی جسے دیکھ کے شرمائے　　حِلم ایسا کہ تصویرِ حسنؑ آنکھوں میں پھر جائے
نظّارۂ خورشید گوارا تھا نظر کو
اُس رخ پہ ٹھہرنے کا نہ یارا تھا نظر کو

حقّا کہ وہ فخرِ عرب و رُوم و عجم تھا　۸　اِس طرح کا صفدر کوئی آفاق میں کم تھا
زیبا تھا علَم اس کو تو وہ زیبِ علم تھا　　ہمراہ سدا لشکرِ اقبال و حشم تھا
شبیرؑ سا سردارِ خوش اطوار نہ ہوگا
عباسؑ دلاور سا علمدار نہ ہوگا

۹
اللہ نے دو شیر کئے خلق میں پیدا حیدرؑ سا ولی، حضرتِ عباسؑ سا آقا
ہمت میں وہ بے مثل، شجاعت میں یہ یکتا عاشق وہ محمدؐ کے، یہ شبیرؑ کے شیدا
اُن کو تو نبوت کا نگہبان کیا تھا
حکم اِن کو امامت کی حفاظت کا دیا تھا

۱۰
کیا کیا شہِ مرداں نے محمدؐ کی مدد کی جو آئی بلا شیرِ الٰہی نے وہ رد کی
برباد کیا کفر کو اور دین میں کد کی مشہور ہے عالم میں وغا بدر و احد کی
کہہ دے کوئی اصحابِ وفادار کدھر تھے
تلوار چلی جب، تو علیؑ سینہ سپر تھے

۱۱
وہ فخرِ شجاعانِ جہاں، فارسِ میداں شمشیرِ خدا، قوّتِ دیں، کاشفِ قرآں
عنتر کُش و خیبر شکن وضیغمِ یزداں تھا بیرِ الم میں بھی محمدؐ کا نگہباں
پر جلتے تھے ان سب کے، بہادر جو بڑے تھے
ٹھہرے نہ قدم اُن کے، علیؑ کود پڑے تھے

۱۲
خندق کی وغا میں جو ہوئی فوج صف آرا واں عَمرو سے لڑنے کا نہ تھا ایک کو یارا
اک ضرب میں مولا نے کیا اس کو دو پارا گردوں سے فرشتوں نے یہ خوش ہو کے پکارا
بس اب نہ رسولِ دوجہاں ہو وے گا ایسا
تیغ ایسی نہ ہوگی، نہ جواں ہو وے گا ایسا

۱۳
عباسؑ کو بھی ایسی ہی تھی الفتِ شبیرؑ اک آن گوارا بھی نہ تھی فرقتِ شبیرؑ
عاشق کی طرح دیکھتے تھے صورتِ شبیرؑ یا طاعتِ معبود تھی، یا خدمتِ شبیرؑ
نعلَین تھی شہ کی انھیں افسر کے برابر
حضرت کو سمجھتے تھے پیمبرؐ کے برابر

اللہ ری وفاداریٔ عباسِ خوش اطوار ۱۴ ہے بعد فنا بھی وہی عشق اور وہی پیار
رکھتے ہیں چپ و راس علم شہ کے عزادار اور پیچ میں ہوتی ہے ضریحِ شہِ برار
مرنے پہ بھی عشقِ شہِ خوش خُو نہیں چھوڑا
اب تک شہِ مظلوم کا پہلو نہیں چھوڑا

مرتے رہے شبیرؑ پہ جب تک کہ جیئے ہیں ۱۵ بے جاں تو ہیں، بھائی پہ مگر جان دیئے ہیں
بے دست ہیں ہاتھوں سے مگر سایہ کیے ہیں آغوش میں فرزندِ پیمبرؐ کو لئے ہیں
عاشور کے دن تعزیہ داری میں ہیں آگے
گھر میں تو ہیں پہلو میں، سواری میں ہیں آگے

بھائی تھے مگر بندۂ شاہِ شہدا تھے ۱۶ وہ اِن پہ تصدّق، یہ شہِ دیں پہ فدا تھے
وہ گل تھے تو یہ بلبلِ بُستانِ وفا تھے وہ قبلۂ ایماں تھے تو یہ قبلہ نما تھے
بلبل کو بھی یہ عشقِ گُلستاں نہیں ہوتا
پروانہ بھی یوں شمع پہ قرباں نہیں ہوتا

عباسؑ سا دلسوز نہ ہوگا کوئی زنہار ۱۷ اک جان دو قالب انھیں کہنا ہے سزا وار
دیکھا کبھی دنیا میں نہ یہ اُنس نہ یہ پیار قربانِ علمدار، نثارِ شہِ ابرار
مطلوب ہو اس طرح کا، طالب ہو تو ایسا
صاحب ہو تو ایسا، جو مُصاحب ہو تو ایسا

بیٹی سے محبت جو بہت رکھتے تھے سرور ۱۸ عاشق تھے سکینہؑ کے علمدارِ دلاور
آغوشِ مبارک میں لئے پھرتے تھے دن بھر بیٹوں سے زیادہ انھیں پیاری تھی وہ دختر
فرماتے تھے گھر کی مرے آبادی ہے یہ تو
خادم ہوں میں اس کا، مری شہزادی ہے یہ تو

یہ کہتے تھے عمّو تری آواز کے قرباں ۱۹ گردن سے لپٹ کر جو وہ کہتی تھی چچاجاں
منہ چھوٹے سے پاؤں پہ یہ رکھ دیتے تھے اُس آں زانو پہ بٹھاتے جو اسے سرورِ ذیشاں
پردا تھا کہ ثابت نہ ہو سلطانِ امم پر
مَل لیتے تھے آنکھیں شہِ والا کے قدم پر

یہ بھائی ہے بیٹوں سے زیادہ مجھے واللہ ۲۰ زینبؑ سے یہ فرماتے تھے اکثر شہِ ذی جاہ
عباسؑ نہیں ساتھ، علیؑ ہیں مرے ہمراہ ہے اِس کی وفا سے دلِ شبیرؑ ہی آگاہ
یہ پاس ہو گر اور کوئی پاس نہ ہووے
میں قالبِ بے جاں ہوں جو عباسؑ نہ ہووے

اب سبطِ پیمبر سے بچھڑتا ہے علمدار ۲۱ کیوں اہلِ عزا تم نے سنا بھائیوں کا پیار
عباسِؑ دلاور نے سجے جنگ کے ہتھیار قاسمؑ جو ہوا رن میں فدائے شہِ ابرار
سنتے ہی گرفتارِ الم ہو گئے شبیرؑ
ہاتھوں سے کمر تھام کے خم ہو گئے شبیرؑ

عباسِؑ دلاور کے بچھڑنے کا ہے ساماں ۲۲ زینبؑ سے کہا لو بہن اب تن سے چلی جاں
مرجاؤں کا میں گر وہ سدھارا سوئے میداں صدقے ہو برادر، اسے روکو کسی عنواں
فرزند جدا ہو، مرا بھائی نہ جدا ہو
جیتا رہے عباسؑ، حسینؑ اس پہ فدا ہو

وہ میرے یتیموں کو مری طرح سے پالے ۲۳ اس بھائی سے پہلے مجھے اللہ اٹھا لے
عباسؑ جنازہ مرا اِس گھر سے نکالے سجادؑ کو سمجھائے، سکینہؑ کو سنبھالے
اُس کو یہ خوشی ہے کہ برادر مجھے روئے
میں اُس کو نہ روؤں، وہ دلاور مجھے روئے

میں نے تو ہے بیٹوں کی طرح سے اُسے پالا ۲۴ زینت مرے گھر کی، مرے لشکر کا اجالا
میں اس کا ہوں عاشق، وہ مرا چاہنے والا کیونکر نہ ہو سینے میں کلیجہ تہ و بالا
پاؤں گا کہاں جا کے اگر کھوئے گا عباسؑ
پیدا نہ علیؑ ہوں گے نہ پھر ہوئے گا عباسؑ

بھائی نہیں، وہ روح ہے شبیرؑ کے تن کی ۲۵ جب جان نہ تن میں تو کیا قدر بدن کی
جاتی ہے بہار آج محمدؐ کے چمن کی بھینا یہی دولت ہے مجھ آوارہ وطن کی
تصویرِ علیؑ جب نہ مرے گھر میں رہے گی
پھر جان نہ فرزندِ پیمبرؐ میں رہے گے

بابا کی نشانی ہے وہ اے زینبؑ دلگیر ۲۶ عباسؑ کے ہونے سے قوی ہے دلِ شبیرؑ
ہاتھوں سے گنوادوں میں یداللہ کی تصویر رکھ دیتا ہے بازو کوئی اپنا تہِ شمشیر
دانستہ بھلا اپنا بُرا کرتا ہے کوئی
اس طرح کے عاشق کو جدا کرتا ہے کوئی

رن سے مِرے لاشے کو اٹھا لائے گا پھر کون ۲۷ ہمراہ جنازے کے مرے جائے گا پھر کون
بچے مرے روئیں گے تو سمجھائے گا پھر کون روضے پہ نبیؐ کے تمھیں پہنچائے گا پھر کون
اعدا کو مری روح کا بھی پاس نہ ہوگا
بربادی ہے اس گھر کی جو عباسؑ نہ ہوگا

فرما کے جو یہ بیٹھ گئے خاک پہ سرور ۲۸ بیتابیٔ شبیرؑ پہ زینبؑ ہوئی مضطر
فضہ سے یہ کہنے لگی اشک آنکھوں میں بھر کر باہر ہیں کہ خیمے میں ہیں عباسِؑ دلاور
یاں بادشہِ عرش نشیں خاک نشیں ہے
کیا بھائی کے رونے کی خبر ان کو نہیں ہے

بولی یہ سکینہؑ کہ سنو مجھ سے پھوپی جاں ۲۹ میں تھی وہیں، کرتے ہیں چچا کوچ کا ساماں
ہاتھوں سے چچی جان نہیں چھوڑتیں داماں وہ کہتے ہیں ہونے دو مجھے شاہ پہ قرباں
اس فدیۂ سلطانِ دوعالم کو نہ روکو
ہم جوڑتے ہیں ہاتھوں کو اب ہم کو نہ روکو

کہتی ہیں چچی قدموں پہ سر رکھ کے چچا کے ۳۰ صاحب میں تمھیں واسطے دیتی ہوں خدا کے
فرزند بلکتے ہیں مرے اشک بہا کے تم پیار بھی کرتے نہیں چھاتی سے لگا کے
رونے کا نہ غم ان کے، یہ رخصت کی خوشی ہے
اللہ تمھیں ایسی شہادت کی خوشی ہے

ہے ہے تمھیں کچھ میری تباہی کا نہیں غم ۳۱ منظور یہ ہے قید میں سر ننگے پھریں ہم
فرماتے ہیں وہ دھیان کسی کا نہیں اس دم بچے بھی فدا، ہم بھی نثارِ شہِ عالم
رونا نہ، وصیت یہ کئے جاتا ہوں تم کو
بانوؑ کی کنیزی میں دیئے جاتا ہوں تم کو

یہ سن کے جو میں رونے لگی اشک بہا کر ۳۲ فرمایا چچا نے مجھے چھاتی سے لگا کر
اب پانی پلاتے ہیں تمھیں نہر سے لا کر تم مشک کوئی چھوٹی سی لے آؤ تو جا کر
پر حال یہاں کا مرے آقا سے نہ کہنا
روتی ہیں چچی یہ شہِ والا سے نہ کہنا

زینبؑ کو سکینہؑ نے خبر جب یہ سنائی ۳۳ شہ بولے بہن اب نہ رکے گا مرا بھائی
بیٹی سے کہا مشک جو تم سے ہے منگائی واللہ سکینہؑ یہ ہے پیغامِ جدائی
بے وجہ تو مشکیزے کو جانی نہیں مانگا
تم نے تو چچا سے کہیں پانی نہیں مانگا

اس پر دے میں بی بی انھیں منظور ہے مرنا ۳۴ منّت سے انھیں روکیو، سر پاؤں پہ دھرنا
الفت ہے تو پانی کا سوال اُن سے نہ کرنا دشوار ہے بےخوں میں بھرے، مشک کا بھرنا
پانی کے لئے ہاتھ سے کھوؤ گی چچا کو
دریا پہ جو بھیجو گی تو روؤ گی چچا کو

گھبرا کے یہ کہنے لگی حضرت سے وہ ناداں ۳۵ سچ کہتے ہو بابا مجھے کچھ اس کا نہیں دھیاں
سب روتے ہیں لو، یاں تو ہے کچھ اور ہی ساماں اب مجھ پہ کھُلا مرنے کو جاتے ہیں چچا جاں
بے روکے ہوئے ان کو اب آرام نہ لوں گی
مرجاؤں گی پانی کا مگر نام نہ لوں گی

ہر چند کہ دم ہونٹوں پہ ہے پیاس کے مارے ۳۶ اب جانے نہ دوں گی انھیں دریا کے کنارے
پانی مجھے پیارا نہیں، عباسؑ ہیں پیارے کیا ہاتھوں سے کھوؤں گی میں بازو کو تمھارے
عاشق ہیں مرے، مجھ کو رُلا سکتے ہیں عباسؑ
تم روؤ نہ بابا، کہیں جاسکتے ہیں عباسؑ؟

بس اتنے میں عباسِؑ دلاور نظر آئے ۳۷ چار آئینہ پہنے ہوئے، ہتھیار لگائے
کچھ سوچ کے زینبؑ نے قدم جلد بڑھائے فرمایا کہ صدقے بہن اس آنے کے، جائے
جو کہنے کو آئے ہو وہ ہمشیر سے کہنا
مرجائیں گے، رخصت کو نہ شبیرؑ سے کہنا

بھائی ہے مرا بے وطن و بے کس و بے آس ۳۸ تم ان کو رلاؤ، نہیں لازم تمھیں عباسؑ
سوطرح کے اندیشے ہیں، سوطرح کے وسواس جب تم نہ ہوئے پاس تو جینے سے ہوئی یاس
بے مونس و یاور پسرِ شاہِ نجف ہے
منصف ہو تمھیں، بھائی مرا حق کی طرف ہے

قوت تمھیں اُن کی، تمھیں شوکت، تمھیں اقبال ۳۹ بچھڑو گے تو جینے کا نہیں فاطمہؑ کا لال
لو، آن کے دیکھو تو برادر کا ذرا حال کس درد سے روتے ہیں دھرے آنکھوں پہ رومال
کہتے ہیں کہ ساتھ اس کے ہمارا بھی سفر ہے
بھینا مجھے عباسؑ کے مرجانے کا ڈر ہے

عباسؑ بھی رونے لگے زینبؑ سے یہ سُن کر ۴۰ اور دستِ ادب باندھ کے قدموں پہ رکھا سر
کی عرض کہ اے وارثِ ذُرّیّتِ حیدرؑ حضرت کو سمجھتا ہوں میں زہراؑ کے برابر
اس رنج و مصیبت سے رہائی مرکیجیے
اے بنت علیؑ عقدہ کشائی مری کیجیے

دنیا میں علیؑ ہوتے تو غم کاہے کو سہتا ۴۱ یوں اشکوں کا دریا مری آنکھوں سے نہ بہتا
ماں ہوتیں تو کچھ ان سے سفارش کو میں کہتا رخصت کا فقط کام تھا یوں بند نہ رہتا
کیا غم ہے جو سر پر مرے ماں باپ نہیں ہیں
پالا ہے مجھے، کیا مری ماں آپ نہیں ہیں

اب جینے سے بیزار ہے دنیا میں مرا دل ۴۲ گر آپ مدد کیجے تو آساں ہو یہ مشکل
ساتھی تو ہوئے سب چمنِ خلد میں داخل دن ڈھلتا ہے کھوٹی نہ کہیں ہو مری منزل
آداب تو مانع ہے، پہ دل رہ نہیں سکتا
میں فاطمہؑ لال سے کچھ کہہ نہیں سکتا

بھائی نہ کہو، میں ہوں غلام آپ کا ہمشیر ۴۳ وہ کیجے کہ رخصت پہ رضامند ہوں شبیرؑ
مرجانے میں ہے آج مری عزت و توقیر شبیرؑ کے بدلے مری چھاتی پہ لگیں تیر
کوشش کرو اپنی، جدِ امجد کا تصدّق
دلوادو رضا، عونؑ و محمدؑ کا تصدّق

۴۴ سمجھاتی تھی میں ان کو یہ سمجھاتے ہیں مجھ کو عباسؑ کا منہ دیکھ کے زینبؑ نے کہا لو
کس کی کہوں، کس کی نہ کہوں، کیا کروں لوگو! شبیرؑ تو روتے ہیں یہ کہتے ہیں رضا دو
ہے ہے نظر آتی ہے تباہی مجھے گھر کی
اماں کی وہ دولت، یہ کمائی ہے پدر کی

۴۵ یا ہاتھوں سے اپنے دلِ مضطر کو سنبھالوں بتلاؤ میں اس ٹوٹے ہوئے گھر کو سنبھالوں
عباسؑ کو روکوں کہ برادر کو سنبھالوں بہلاؤں سکینہؑ کو کہ اصغرؑ کو سنبھالوں
جان اِن میں لگی ہے، مرا دل اُن کی طرف ہے
وہ لعل ہے زہراؑ کا تو یہ دُرِّ نجف ہے

۴۶ عباسؑ علمدار کو ہاتھوں سے گنوادو کیونکر کہوں بھائی سے کہ بھائی کو رضا دو
غم ہوگا تو خوش ہوں گے تمھیں مجھکو بتا دو مرنے پہ یہ مرتے ہیں انھیں اذنِ وغا دو
بھائی کو یہ سنتے ہی غش آجائے گا بھائی
ہم سے تو نہ رخصت کو کہا جائے گا بھائی

۴۷ جوڑے ہوئے ہاتھوں کو چلا ابنِ یداللہ لے چلنے کو لئے چلتی ہوں آؤ مرے ہمراہ
قدموں پہ گرا سبطِ پیمبرؐ کے وہ ذی جاہ زانو پہ جھکائے ہوے سر رورہے تھے شاہ
شہ نے کہا کیا کہتے ہو فرماؤ برادر
اٹّھو مری چھاتی سے لپٹ جاؤ برادر

۴۸ سر شرم سے قدموں پہ جھکانے کے میں صدقے اِن ہاتھوں کو جوڑے ہوئے آنے کے میں صدقے
بازو کے تصدّق، ترے شانے کے میں صدقے کیوں روتے ہو، اس اشک بہانے کے میں صدقے
بھائی یہ تری گل بدنی بھاتی ہے مجھ کو
بُو حیدرؑ کرار کی آجاتی ہے مجھ کو

منہ مل کے کفِ پا سے لگے کہنے علمدار　۴۹　ہیں آپ سخی ابنِ سخی یا شہِ ابرار
سائل کوئی پھر جائے یہ ایسی نہیں سرکار　　خادم بھی ہے مرجانے کی رخصت کا طلبگار
جب تک کہ رضا رن کی نہ میں پاؤں گا آقا
اس سر کو نہ ان قدموں سے سرکاؤں گا آقا

شہ بولے مرے سر کی قسم سر تو اٹھاؤ　۵۰　کیوں روتے ہو کب میں نے کہا یہ کہ نہ جاؤ
اچھا مرے غم کھانے کا کچھ دھیان نہ لاؤ　　فاقے کئے ہیں تین دن اب برچھیاں کھاؤ
قرباں تمھیں ہونے کو بنایا ہے خدا نے
شبیرؑ کو رونے کو بنایا ہے خدا نے

روتے ہوئے قدموں سے اٹھے حضرتِ عباسؑ　۵۱　اور گرد پھرے سبطِ پیمبر کے بصد یاس
فرمایا سکینہؑ سے کہ اب کچھ نہیں وسواس　　کیوں مشک چھپا رکھی ہے لے آؤ مرے پاس
اب نہر بھی نزدیک ہے، کوثر بھی قریں ہے
بولی یہ سکینہؑ کہ مجھے پیاس نہیں ہے

منہ تکنے لگی شاہ کا یہ کہہ کے وہ خوش خُو　۵۲　حضرت نے کہا جاؤ انھیں مشک بھی لا دو
لشکر کا علم دار تو ہم کر چکے ان کو　　اب مرتبہ تم پیاسوں کی سقّائی کا بخشو
جعفرؑ سے دوبالا ہوا رتبہ ترے عم کا
اب حشر تلک ساتھ رہا مشک و علم کا

مشکیزے کو لے آئی سکینہؑ جگر افگار　۵۳　غازی نے اسے لے کے بھتیجی کو کیا پیار
خیمے میں پڑا غل کہ چلا شاہ کا غم خوار　　غش کھاکے گری زوجۂ عباسِؑ علمدار
ہاتھوں سے اُسے تھام کے دل سب نے سنبھالا
شہ اٹھ کے جو گرنے لگے، زینبؑ نے سنبھالا

خیمے سے بر آمد ہوا ابنِ شہِ مرداں ۵۴ گھوڑے پہ چڑھا ہاتھ سے گردان کے داماں
اک نورِ خدا پھیل گیا تا سرِ میداں ذرّاتِ زمیں ہوگئے خورشیدِ درخشاں
موسیٰؑ نے بھی دیکھا تھا نہ اس نور کا جلوہ
ہر نخل میں تھا یاں شجرِ طور کا جلوہ

کاندھے پہ علم رکھ کے جو گھوڑے کو اُڑایا ۵۵ کیا تیز پری تھی کہ ہوا ہو گیا سایا
یہ نور کسی حور کے چہرے نے نہ پایا تھا تختِ سلیماں کہ ہَوا پر نظر آیا
پڑھنے کو درود آئی تھیں روحیں شُہَدا کی
غازی کی سواری تھی کہ قدرت تھی خدا کی

گھوڑے کی وہ چھل بل، وہ چمکتے ہوئے ہتھیار ۵۶ شملہ وہ چھُٹا دوش پہ، وہ ہاتھ میں تلوار
اللہ رے شکوہِ علم و شانِ علم دار حمزہؑ کوئی کہتا تھا، کوئی جعفرؑ طیار
سائے میں علم کے وہ سلیمانِ زمن تھا
یا فرقِ ہُمایوں پہ ہُما سایہ فگن تھا

پنجہ تھا کہ تھا دستِ خدا سر پہ جری کے ۵۷ پرچم تھا کہ بکھرے ہوئے تھے بال پری کے
ہوجاتی تھی جنبش جو پھریرے کو زری کے جھونکے چلے آتے تھے نسیمِ سحری کے
کرسی سے جو بالا ہو یہ پایا ہے اسی کا
طُوبیٰ جسے کہتے ہیں وہ سایا ہے اسی کا

میدان میں آیا پسرِ ضیغمِ یزداں ۵۸ رُوباہوں کا لشکر ہوا دہشت سے پریشاں
نعرہ جو غضنفر نے کیا یا شہِ مرداں تھّرا گئے دل گونج گیا قتل کا میداں
غل پڑ گیا لو شیرِ خدا نعرہ زن آئے
گھوڑوں کو بھگاؤ، شہِ خیبر شکن آئے

یوں لاکھوں پر آئے، یہ شجاعت ہے کسی میں ۵۹ پروا نہیں مرنے کی، یہ ہمت ہے کسی میں
شق ہو جگرِ شیر، یہ ہیبت ہے کسی میں نعرے سے ہلیں کوہ، یہ طاقت ہے کسی میں
گر ہوں اسداللہ تو کچھ دُور نہیں ہے
یہ غیرِ علیؑ اور کا مقدور نہیں ہے

اعدا کے سخن سن کے علمدار پکارا ۶۰ حیدرؑ نہیں، یہ حیدرؑ صفدر کا ہے پیارا
تم جس کے ثناخواں ہو وہ بابا ہے ہمارا ہم آئے ہیں اب نہر سے کر جاؤ کنارا
لاکھوں کو بھگا دیتا ہوں یہ کام ہے میرا
عباسؑ، غلامِ شہِ دیں نام ہے میرا

مشہور جو حیدرؑ کی ہے تصویر وہ میں ہوں ۶۱ ہے جس کا پدر صاحبِ شمشیر وہ میں ہوں
آقا نے جسے بخشی ہے توقیر وہ میں ہوں بازو جسے فرماتے ہیں شبیرؑ وہ میں ہوں
کس لب پہ مری شان میں 'اَحسنت' نہیں ہے
آفاق میں مجھ سا کوئی ساونت نہیں ہے

محرابِ درِ کعبۂ ایماں ہے مِری تیغ ۶۲ کافر کے لئے آتشِ سوزاں ہے مری تیغ
جل جاؤ گے برقِ شررا فشاں ہے مری تیغ میں بحرِ شجاعت ہوں تو طوفاں ہے مری تیغ
اک دو کے لہو سے نہیں بھرتا شکم اِس کا
کھنچ آئے گا لشکر، دمِ اژدر ہے دم اِس کا

رتبے میں فلک ابنِ یداللہ سے کم ہے ۶۳ اقبالِ سلیماں بھی مرے شاہ سے کم ہے
دشمن ہے اگر شیر تو رُوباہ سے کم ہے آگے مِرے اک کوہِ گراں کاہ سے کم ہے
زور آور و سرکش کا بھی اب سر نہیں اٹھتا
گردوں سے مری تیغ کا لنگر نہیں اٹھتا

بچتا نہیں نیزے سے مرے سینۂ دشمن ٦٤ چھٹتی نہیں پنجے سے مرے شیر کی گردن
کرتا ہے مرا نیزۂ دلِ کوہ میں رَوزَن چار آئینہ فولاد کا بن جاتا ہے جوشن
آگے ہیں مرے زیر، زبردست جہاں کے
رستم کو پکڑ لیتا ہوں حلقے میں کماں کے

تلوار جو کھینچوں تو زمیں لاشوں سے بھر جائے ٦٥ آبِ دمِ شمشیر سروں پر سے گزر جائے
دشمن جو چڑھے منہ پہ تو سر تن سے اتر جائے غصے سے اگر شیر کو دیکھوں تو وہ مرجائے
کس کا ہے یہ منہ، بڑھ کے جو ٹوکے مجھے کوئی
لو نہر میں جاتا ہوں میں، روکے مجھے کوئی

یہ سنتے ہی ہتھیار لعینوں نے سنبھالے ٦٦ تلواریں علم ہوگئیں، سیدھے ہوئے بھالے
لچکاتے ہوئے ڈانڈ بڑھے برچھیوں والے گِرد آگئے تنہا کے، سواروں کے رسالے
گردوں پہ پہنچتی تھی صدا طبلِ وغا کی
فریاد گئی عرش پہ شاہِ شہدا کی

چلّائے کہ نرغے میں ہے یارب مرا بھائی ٦٧ اک جان کو در پیش ہے لاکھوں سے لڑائی
یہ ایک طرف، ایک طرف ساری خدائی ہے شام کے لشکر کی گھٹا چاند پہ چھائی
بے جان دیے پھر کے نہ یاں آئے گا عباسؑ
مرجائے گا شبیرؑ جو مرجائے گا عباسؑ

یاں فوج پہ تلوار علمدار نے کھینچی ٦٨ واں آہِ حزیں سیّدِ ابرار نے کھینچی
تصویرِ اجل آنکھوں میں تلوار نے کھینچی گھوڑے کی عناں ڈر کے ہر اسوار نے کھینچی
سر پر ابھی پہنچی نہ تھی بیداد گروں کے
ہاتھوں سے گرے چھوٹ کے گردے سپَروں کے

تھا شور کہ ہے چار طرف شعلہ ور آتش ۶۹ ہے پا پہ کبھی اور بالائے سر آتش
گھوڑوں کا یہ عالَم ہے کہ ہیں نعل در آتش کس راہ سے بھاگیں، اِدھر آتش، اُدھر آتش
اس آگ نے سر تا بہ قدم گھیر لیا ہے
معلوم ہوا زیست نے دل پھیر لیا ہے

نیزے کے چلانے میں جو استادِ جہاں تھے ۷۰ ایسے گئے، ثابت نہ ہوا یہ کہ کہاں تھے
جن پاس علم تھے، کہیں ان کے نہ نشاں تھے سہمے ہوئے گوشوں میں کماندار نہاں تھے
تیروں کی، نہ چلّوں کی، نہ ترکش کی خبر تھی
گر تھی تو اُسی شعلۂ سرکش کی خبر تھی

میداں میں پڑے لوٹتے تھے سر تہ و بالا ۷۱ جوں ماہیٔ بے آب تھے پیکر تہ و بالا
اسوار تھے گھوڑوں کے برابر تہ و بالا اک تیغ سے تھا شام کا لشکر تہ و بالا
ملعونوں کے ہتھیار بھی ناکارہ ہوئے تھے
چار آٹھ تھے، اور آٹھ بھی سہ پارہ ہوئے تھے

رہوارِ سُبک سیر، نسیمِ سَحَری تھا ۷۲ ہم پیکرِ طاؤس دَمِ جلوہ گری تھا
تن تن کے اٹھانے میں قدم کبکِ دری تھا کاوے میں جو پرکار، تو اُڑنے میں پری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھا تا تھا کسی کو
سایا بھی نہ اس کا نظر آتا تھا کسی کو

تھا کاہ کشاں چوٹیوں سے حلقۂ گردن ۷۳ سُم بدر سے اور نعل مہِ نَو سے تھے روشن
آہُو سے بڑی آنکھ مگر شیر کی چِتوَن ٹاپ اُس کی طمانچہ تھا اجل کا پئے دشمن
مستِ مئے نَخُوت جو وہ مغرور ہوئے تھے
شیشوں کی طرح کاسۂ سر چُور ہوئے تھے

تلوار سے جب شام کے بادل کو ہٹایا ۷۴ عباسؑ علمدار کو دریا نظر آیا
منہ کر کے سُوئے چرخ کہا شکر خدایا یاں تک تو ترا فضل سلامت مجھے لایا
غم ہے کہ نہ واں پیاس سے بچے کہیں مرجائیں
اب پانی جو مل جائے تو سب کام سنور جائیں

یہ کہہ کے گئے نہر میں عباسؑ خوش اطوار ۷۵ آقا کو بھی، پانی کو بھی، تکنے لگا رہوار
جب بھر چکے مشکیزہ تو رورو یہ کی گفتار گر میں ہوں وفادار تو تُو بھی ہے وفادار
شرمندگی ہوئے گی بڑی پیاس بجھا کے
بچے ابھی پیاسے ہیں امامِ دوسرا کے

دریا سے چلا بحرِ شجاعت کا شناور ۷۶ گویا اُفُقِ چرخ سے نکلا شہِ خاور
غل پڑ گیا لو پیاسوں کی قسمت ہوئی یاور ہاں مشک کو لے جانے نہ پائے یہ دلاور
لڑنے کو ترائی میں پلنگ آتا ہے روکو
دریائے شجاعت کا نہنگ آتا ہے روکو

دریا میں صفیں برچھیوں والوں کی درآئیں ۷۷ نیزوں کی بھی نوکیں کبھی بالائے سر آئیں
تیغوں کی جو موجیں سرِ ساحل نظر آئیں پیاسوں کے لئے آنکھیں حبابوں کی بھر آئیں
غل مچھلیوں میں تھا کہ یہ آجائے جو ہم میں
یونس کی طرح اس کو چھپا رکھّیں شکم میں

غازی نے کیا پاؤں سے تازی کو اشارا ۷۸ دریا سے بھرا مثلِ غزال اس نے طرارا
پانی میں جو اترے تھے انھیں تیر سے مارا جو گھاٹ پہ تھے تیغ کے گھاٹ اُن کو اتارا
بجلی سی گری لشکرِ سفّاک کے اوپر
لاشے تو گرے نہر میں، سر خاک کے اوپر

پھر نہر سے گھوڑے کو اُڑاتے ہوئے نکلے ۷۹ کس شان سے نیزے کو ہلاتے ہوئے نکلے
مشکیزے کو تیروں سے بچاتے ہوئے نکلے تلوار سے اعدا کو ہٹاتے ہوئے نکلے
نرغے میں چپ و راس پس و پیش نظر تھی
سر پر اجل آ پہنچی ہے، اس کی نہ خبر تھی

گھیرے ہوئے تھے تیس ہزار آہ کماندار ۸۰ مینہ پڑتا ہے جس طرح یہ تھی تیروں کی بوچھار
تیروں کو جو کاٹا تو چلے برچھیوں کے وار جاتے تھے جدھر پڑتی تھی تلوار پہ تلوار
سینے کی، نہ گردن کی، نہ شانے کی خبر تھی
ہوش اپنا نہ تھا، مشک بچانے کی خبر تھی

اٹھ سکتے ہیں، حربے ہوں اگر ایک کے، دو کے ۸۱ اک تشنہ دہن لاکھوں کو کس طرح سے ٹوکے
کس کس سے لڑے، کس کو ہٹائے، کسے روکے ہاتھوں میں نہ طاقت تھی، علم کھاتا تھا جھوکے
غش آتا تھا جب ضعف سے تھرّاتے تھے عباسؑ
یا شیرِ خدا کہہ کے سنبھل جاتے تھے عباسؑ

افسوس نہ بر آئی تمنائے علم دار ۸۲ مشکیزے پہ اک تیر لگا، شانے پہ تلوار
اس ہاتھ سے اُس ہاتھ میں لی تیغِ شرربار اعدا کو پکارے کہ نہ سمجھو مجھے بیکار
پنجہ مرا تلوار پکڑنے کو بہت ہے
ہمت ہو تو یہ ہاتھ ہی لڑنے کو بہت ہے

اک ہاتھ گرا کٹ کے تو پروا مجھے کیا ہے وہ شیر ہوں میں جس کا پدر دستِ خدا ہے
آقا مرا فرزندِ رسولِ دوسرا ہے ۸۳ یہ ہاتھ ہے کیا، جان تلک اُس پہ فدا ہے
روحِ اسداللہ کو میں شاد کروں گا
آقا کی اسی ہاتھ سے امداد کروں گا

فرماکے یہ جھپٹا اسداللہ کا پیارا ۸۴ روباہوں کا لشکر تہ و بالا ہواسارا
بہتوں کو اسی ہاتھ سے اس شیر نے مارا　　زخمی پہ مگر ٹوٹ پڑے سب ستم آرا
سقّائے سکینہؑ پہ ستم ہوگیا ہے ہے
وہ ہاتھ بھی شانے سے قلم ہوگیا ہے ہے

چلّائے کہ تشریف اِدھر لایئے آقا ۸۵ مشتاق کو دیدار دکھا جایئے آقا
الطاف و کرم بندے پہ فرمایئے آقا　　اب گھوڑے سے گرتا ہے غلام آیئے آقا
باتیں کئی کہنی ہیں یہ فدوی انھیں کہہ جائے
مرتے ہوئے حسرت نہ ملاقات کی رہ جائے

بھائی کی صدا سن کے تڑپنے لگے شبیرؑ ۸۶ چلّاکے کہا ہائے کلیجے پہ لگا تیر
دوڑی گئی ڈیوڑھی کی طرف زینبِ دل گیر　　غل پڑ گیا ہے ہے اسداللہ کی تصویر
سب قافلہ رانڈوں کا کھلے سر نکل آیا
عباسؑ کا فرزند بھی باہر نکل آیا

زینبؑ نے کہا ساتھ لیے جاؤ مجھے بھی ۸۷ تصویر علم دار کی دکھلاؤ مجھے بھی
چلّائی سکینہؑ وہیں پہنچاؤ مجھے بھی　　دریا کی کدھر راہ ہے بتلاؤ مجھے بھی
بیتاب ہوں چھاتی سے لپٹ جاؤں گی جا کر
میں اپنے چچا جان کو لے آؤں گی جا کر

عباسؑ کی زوجہ نے کہا کُوٹ کے سینہ ۸۸ مجھ کو بھی لئے چل ترے قربان سکینہؑ
شوہر کے الم میں مجھے دشوار ہے جینا　　میں رانڈ ہوئی موت نے وارث مرا چھینا
والی نہ رہا جی سے گزر جاؤں گی میں بھی
عباسؑ جہاں ہیں وہیں مرجاؤں گی میں بھی

تھا حضرت عباسؑ کے بیٹے کا عجب حال ۸۹ غم سے کبھی منہ زرد تھا، غصے سے کبھی لال
بل کھائے ہوئے دوش پہ تھے گیسوؤں کے بال ماں تھامے تھی اور کہتا تھا وہ صاحبِ اقبال
اس نہر سے کوثر کے کنارے گئے بابا
روکو نہ، چچا روتے ہیں، مارے گئے بابا

گر مار بھی ڈالے ہمیں کوئی تو نہیں غم ۹۰ کیا جان کا خدشہ ہے، یتیم اب تو ہوئے ہم
فرزند ہیں، کیونکر نہ کریں باپ کا ماتم چھُٹ جائیں مصیبت سے، نکل جائے اگر دم
سینے میں عجب حال ہے ننھے سے جگر کا
کیا آخری دیدار بھی دیکھیں نہ پدر کا

واں لاش پہ شہ خاک اُڑاتے ہوئے پہنچے ۹۱ کفار کے لشکر کو ہٹاتے ہوئے پہنچے
آنسو رخِ انور پہ بہاتے ہوئے پہنچے پہنچے تو، مگر ٹھوکریں کھاتے ہوئے پہنچے
چلّائے کہ جاتی ہے مری جان برادر
چھاتی سے لپٹ جا ترے قربان برادر

بھائی کی صدا سن کے اُسے ہوش جو آیا ۹۲ اٹھ کر قدمِ شاہ پہ سر اپنا جھکا یا
نعلین پہ منہ رکھ کے یہ آقا کو سنایا گو ہاتھ مرے کٹ گئے، حضرت کو تو پایا
سر ہوئے گا آغوشِ شہِ کون و مکاں میں
اس طرح کا مرنا کسے ملتا ہے جہاں میں

یہ کہتے ہی عباسِؑ علمدار سدھارے ۹۳ چلّائے شہِ دیں مرے غم خوار سدھارے
بیکس کے، مسافر کے، مددگار سدھارے دنیا سے مرے جعفرِ طیار سدھارے
چھوڑا ہمیں کیا جلد سفر کر گئے بھائی
تم چھوٹ گئے رنج سے، ہم مر گئے بھائی

خاموش انیسؔ اب کہ بہت رونے کا ہے جوش ۹۴ ہوگی نہ محبّوں کو تری یاد فراموش
اللہ نے بخشی ہے جنھیں چشمِ خطا پوش کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقل و ذی ہوش
تعریف کریں خاص تو ہے کام کی تعریف
کب مانتے ہیں اہلِ سخن عام کی تعریف